اَلْحَقُّ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی

الفتوحات الصّمدیہ

الملقب

بالفیوضات الشمسیہ

یعنی سوالاتِ عشرہ مستفسرہ خانپوری صاحب کے جوابات معہ سوالات اثنا عشر

از افادات

شمس العارفین و زبدۃ المحققین رئیس الاذکیا تاج العلماء آیۃ من آیات اللہ حضرت قبلۂ عالم

حضرت مولانا پیر سید مہر علی شاہ صاحب چشتی قادری قدس سرہٗ

باھتمام

حضرت شاہ عبدالحق صاحب مدظلہم العالی

نقل فتویٰ

یعنے

نقل اُس فتویٰ کی جو دربارہ جواز خروج للعلاج از بلدۂ طاعونی جناب میاں محمدؐ صاحب قریشی مرحوم و مغفور کی درخواست پر خاص بدستخطی حضرت قبلۂ عالم صاحب عم فیضہم بعد اشاعت فتویٰ جناب قاری عبدالرحمٰن صاحب لکھا گیا تھا۔

استفتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طاعونی مقام سے نکل کر محض بغرض تبدیل آب و ہوا حسب تجویز حکماء اپنے مکانوں کے قریب کسی دوسرے مکان یا صحن یا فضا کی جگہ بستی کے اردگرد خس پوش جھونپڑی یا خیموں میں لوگ سکونت اختیار کریں اور حق ہمسایہ ترک نہ ہو اور ایک دوسرے کی خبرگیری ہوتی رہے تو باہر نکلنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب وھو الملھم للصواب

بغرض علاج و اصلاح آب و ہوا جو لوگ مرض میں مبتلا ہوں اور جو نہ ہوں دونوں باہر نکل سکتے ہیں۔ کیونکہ جس سرزمین کی آب و ہوا فاسد ہوگئی ہو اُس کی اصلاح صحت کے لیے زیادہ مفید ہے۔ فتح الباری اور مرقاۃ الصعود میں ہے: ان استصلاح الاھویۃ من انفع الاشیاء فی تصحیح البدن وبالعکس الخ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرنیین کو مدینہ پاک سے باہر کئی میل کے فاصلہ پر اونٹوں میں بھیج دیا وعن ابن سعد ان عدد لقاحہ صلی اللہ علیہ وسلم کان خمس عشرۃ وعن ابی عوانۃ کانت ترعی بذی الجدر بالجیم وسکون الدال المھملۃ ناحیۃ قباء قریبا من عین علی ستۃ امیال من المدینۃ (قسطلانی) اور جس وقت عرنیین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ سے (علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) باہر نکلنے کی اجازت بخشی تھی اس وقت مدینہ میں عام طور پر مرض پھیلا ہوا تھا۔ مسلم والی حدیث کا جملہ (وقد وقع بالمدینۃ الموم

وھوالبرسام) ملاحظہ ہو۔ یعنی اہل عرنیہ کے مدینہ منوّرہ میں آنے سے پہلے عنقریب ہی شہر میں مرض پھیلا ہوا تھا کما لا یخفی عن من له ادنی مسکة فی العربیة۔

پس خروج علاجاً جائز ہوا نہ فراراً۔ لہٰذا عرنیین والی حدیث اور احادیث صحیحہ واردہ درباره نہی فرار میں کوئی تناقض نہیں اور قائل بجواز الفرار کا استدلال حدیث عرنیین سے بے غوری اور قلت تدبر سے ہے الفاظ حدیث میں البتہ حدیث مذکور سے جواز العلاج ثابت ہوتا ہے۔

علامہ عینیؒ کا عمدۃ القاری میں درجواب قائل و مستدل مذکور یہ فرمانا کہ مدینہ طیبہ میں (علی صاحبہا الصلوٰۃ السلام) عام طور پر مرض پھیلا ہوا نہ تھا۔ صرف اہل عرنیہ چند آدمیوں کو آب وہوا مخالف ہونے کی وجہ سے باہر نکلنے کی اجازت بخشی گئی تھی۔ گویا صورت طاعون ہی نہ ٹھہری حیث قال ردا علی من جوز الفرار من الطاعون محتجا بقصة عرنیین بانه لم یکن ذالك فرارا من الوباء اذ ھم کانو مستوخمین خاصة دون سائر الناس الخ برخلاف ہے جملہ مذکورہ فی حدیث مسلم کے۔ مگر چونکہ یہاں پر لزوم خلاف ہے نہ التزام خلاف۔ لہٰذا علامہ عینیؒ محل طعن نہیں ہو سکتے۔ دراصل وجہ اختیار طرز جواب مذکور کی یہ ہے کہ در وقت رد مستدل علامہ عینی کے زیر نظر بخاری کی حدیث ہے جس میں جملہ مذکورہ بالا نہیں۔ عمدۃ القاری ملاحظہ ہو۔ **الغرض** نظر بحدیث عرنیین واثر ابی موسیٰ مسطورہ ذیل خروج علاجاً جائز ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طاعون عمواس میں تمام لشکر کو اُردن سے جابیہ پر چلا جانے کا حکم بھیجا تھا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص طاعون میں مبتلا ہو بغرض ازالہ مرض و استنشاق اہویہ صحرا اور جو طاعون میں مبتلا نہ ہو بقصد حفظ ماتقدم دونوں طاعونی مقام سے باہر نکل سکتے ہیں اور یہ خروج فراراً نہیں بلکہ علاجاً ہے۔

جتنی احادیث نہی خروج میں وارد ہیں، سب سے خروج فراراً ممنوع پایا جاتا ہے نہ مطلق خروج۔ چنانچہ حافظ ابن حجر فتح الباری میں باب من خرج من ارض لا تلائمه کے ذیل میں لکھتے ہیں: وذکر فیه قصة عرنیین وقد تقدمت الاشارة الیها قریبا وکانه اشار الی ان الحدیث الذی اوردہ بعدہ فی النھی عن الخروج من الارض التی وقع فیها الطاعون لیس علی عمومه انما ھو مخصوص بمن خرج فرارًا منه الخ صحیح مسلم والی حدیث یہ ہے: عن انس بن مالك قال اتی رسول الله صلی الله علیه وسلم نفر من عرنیة فاسلموا وبایعوہ وقد وقع بالمدینة الموم وھو البرسام فقالوا ھذا الوجع قد وقع یارسول الله فلو اذنت لنا نخرجنا الی ابل فکنا فیها۔ الحدیث

علامہ طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اس حدیث کو باسناد مذکور فرما کر لکھتے ہیں: ففی ھذا الحدیث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرھم بالخروج الی الابل وقد وقع الوباء بالمدینۃ فکان ذٰلک عندنا واللہ اعلم علی ان یکون خروجھم للعلاج لا للفرار۔ فثبت بذٰلک ان الخروج من الارض التی وقع بھا الطاعون مکروہ للفرار و مباح لغیر الفرار اھ۔ ابو موسیٰ کا اثر جس سے عمرؓ فاروقؓ کا معہ چھ ہزار صحابی کے علاجی خروج کے جواز پر اجماع پایا جاتا ہے یہ ہے: ان عمر کتب الی ابی عبیدۃ ان لی الیک حاجۃ فلا تضع کتابی من یدک حتی تقبل الی فکتب الیہ انی عرفت حاجتک وانی فی جند من المسلمین لا اجد بنفسی رغبۃ عنھم فکتب الیہ اما بعد فانک نزلت بالمسلمین بارض غمیقۃ فارفعھم الی ارض نزھۃ۔ الخ ابن حجر فتح الباری میں اسی کے متعلق لکھتے ہیں: فھذا یدل علی ان عمرؓ رای ان النھی عن الخروج انما ھو لمن قصد الفرار متمحضا الخ ثم قال وایّد الطحاوی صنیع عمر بقصۃ العرنیین فان خروجھم من المدینۃ کان للعلاج لا للفرار الخ پھر بعد اس کے لکھتے ہیں کہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اسی امر کا لحاظ رکھا ہے: وقد لحظ البخاری ذٰلک فترجم قبل ترجمۃ الطاعون من خرج من الارض التی لا تلائمہ وساق قصۃ العرنیین۔ منقولہ عبارات سے ثابت ہوا کہ علاجاً نکلنا مبتلا یا غیر مبتلا دونوں کے لیے جائز ہے۔

(۲) عمرؓ فاروقؓ کا معہ چھ ہزار صحابی کے اسی پر اجماع ہے۔ چنانچہ کنز العمال میں ہے اُسی اثر ابی موسیٰ کے اخیر پر نقل کرتے ہیں: قال ابو الموجہ زعموا ان ابا عبیدۃ کان فی ستۃ وثلاثین الفا من الجند فما توا فلم یبق الا ستۃ الاف رجل الخ

(۳) ابو جعفر طحاوی کا بھی یہی مذہب ہے۔

(۴) حافظ ابن حجر بھی خروج علاجاً کو ترجیح دیتے ہیں جس سے میلان اُس کا جواز کی طرف پایا جاتا ہے۔

(۵) متاخرین فقہاء کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ فتاویٰ ہندیہ اور دُرّ مختار وغیرہا ملاحظہ ہوں۔

احادیث نہی: فاذا سمعتم بہ بارض فلا تدخلوھا علیہ واذا دخلھا علیہ فلا تخرجوا منھا فرارا فمن سمع بہ بارض فلا یقدمن علیہ ومن وقع بارض وھو بھا فلا یخرجہ للفرار منہ۔ مُسلم۔ اذا سمعتم بہ بارض فلا تقدموا علیہ واذ وقع بارض وانتم بھا فلا تخرجوا فرارا منہ۔ احادیث پر نظر ڈالنے سے ثابت ہوا کہ خروج فراراً ممنوع و ناجائز ہے۔ کما قال النووی

والعینی والقسطلانی والزرقانی وابن حجر والطحاوی وغیرھم" اما الخروج لعارض فلا بأس بہ" وہ احادیث جن کے منطوق سے بیٹھنے والے کو بشرط صبر و احتساب درجہ شہادت حاصل ہوتا ہے۔ بخاری و مسلم و کنز العمال و مسند احمد وغیرھا کے ملاحظہ سے معلوم ہو سکتے ہیں جن کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جو صابراً محتسباً نہ ٹھہرے اُس کو درجہ شہادت نصیب نہ ہوگا۔

تمہید

بعض اشیاء کا باہمی تخالف بحسب الحقیقت ہوتا ہے چنانچہ آدمی۔ گھوڑا۔ گائے۔ بکری۔ نماز۔ روزہ۔ چوری۔ زنا وغیرہ وغیرہ۔ اور بعض اشیاء کے تخالف کی دار مدار صرف قصد و نیّت پر ہوتی ہے۔ نیّت ہی کے تخالف سے اُن کے ماہیات الگ الگ قرار دیئے جاتے ہیں۔ جس پر تخالف فی الاحکام متفرع ہوتا ہے۔ مثلاً صبح سے شام تک امساک یعنی پانی روٹی وغیرہ ماکولات و مشتہیات کا استعمال نہ کرنا۔ اگر اتفاقی یا افلاس کی وجہ سے ہو تو اس کو صوم (روزہ) نہیں کہا جاتا۔ اور اگر بقصد روزہ ہو تو اس کو صوم کہا جاتا ہے۔ یا خروج من البیت (گھر سے باہر نکلنا) اگر بقصد ادا نماز وغیرہ مشروعات ہو تو اس خروج کو مستحسن کہا جاتا ہے اور اگر بقصد چوری زنا وغیرہ ہو تو اسی خروج کو قبیح۔ ایسا ہی مقاتلہ و جنگ میں پیچھے ہٹنا بقصد فرار ناجائز اور بغرض دھوکا دینے مقابل کے تاکہ وہ آگے کو بڑھے اور ہم کو موقعہ شمشیر زنی اور تیر اندازی کا ملے جائز۔ حنفیہ کے نزدیک نماز جنازہ میں سُورۃ فاتحہ کا قرأۃ پڑھنا ممنوع اور بطریق ذکر و دُعا جائز وغیرہ وغیرہ۔ علیٰ ہذا القیاس ما نحن فیہ میں بھی طاعونی مقام سے باہر نکلنا بقصد فرار ناجائز اور بغرض علاج جائز۔ خروج للفرار اور خروج للعلاج میں فرق۔ پہلی صورت میں نکلنے والے کا خیال یہی ہوتا ہے کہ خروج کو صرف ذریعہ نجات سمجھتا ہے علاج و تداوی کا خیال قصداً اُس کے ذہن میں نہیں ہوتا۔ بخلاف دُوسری صورت کے کہ یہاں پر صرف نکلنے کو ذریعہ نجات نہیں سمجھا جاتا بلکہ پاکیزہ ہواؤں کے استعمال و ہوا خوری کو ذریعہ نجات تصوّر کیا جاتا ہے اور ملحوظ بالذات اس کا یہی امر ہوتا ہے نہ صرف خروج۔ بخلاف پہلی صورت کے کہ وہاں مقصود و ملحوظ صرف خروج و بھاگنا ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا فارّ محض حکیم و معالج کی ہدایات کا خیال نہیں کرتا۔ ہاں بقصد علاج نکلنے والے کو حکیم و ڈاکٹری ہدایات کی پابندی ضرور ہوتی ہے۔ **الغرض** دونوں صُورتوں میں فرق نہایت غور بینی سے معلوم ہو سکتا ہے عام فہم امر نہیں۔ لہٰذا عمر فاروق رضؓ جیسے متوکل و کامل الایمان کو بھی ابناء زمان نے طاعون عمواس والے معاملہ میں فارّ من الطاعون قرار دیا حالانکہ آپ فرار من الطاعون کو

ہرگز جائز نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ راستہ سے آپ کے ہٹ جانے کی وجہ جملہ مذکورہ فی الحدیث فلا تدخلوھا تھا جس کو اپنی رائے درباره مراجعت من الطریق قائم کرنے کے بعد سُن چکے تھے اور ابوعبیدہ ابن الجراح کو دوبارہ تاکیدی تحریری ہدایت اُردن سے معہ لشکر جابیہ کو چلا جانے کی بقصد علاج تھی، نہ بغرض فرار۔ چنانچہ آپ کے الفاظ (ان اردن الارض وبئیة وعمقة غمیقة وان الجابیة ارض نزھة فاظھر بالمھاجرین الیھا) تبدیل ہوا پر صاف دلالت کررہے ہیں۔ اور ابوعبیدہ بن جراح کا پہلے مکتوب سے انکار اور دوسرے کے بعد کل لشکر کے تعمیل کی بنا اسی فرق پر تھی یعنی پہلے انہوں نے فرار سمجھ کر انکار کیا تھا اور ثانیًا علاج خیال فرما کر تعمیل کی۔ قال الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ وعلی ھذا المعنی واللہ اعلم رجع عمر بالناس من سرغ لا علی انہ فار مما قد نزل بھم الخ۔ ثم قال وکذالک ما اراد بکتابہ الی ابی عبیدۃ ان یخرج ھو ومن معہ من جند المسلمین انما ھو لنزاھة الجابیة وعمق الاردن۔ عُمر فاروق رضؓ جواز فرار والی تہمت سے براءت بیان فرماتے ہیں: اللھم ان الناس قد نجلونی ثلاثا انا ابرء الیک منھن زعموا انی فررت من الطاعون وانا ابرء الیک من ذٰلک و ذکر السطلاء والمکس۔ (فتح الباری ناقلا عن الطحاوی)۔ پس معلوم ہوا کہ آپ نے ابوعبیدہ کو بنیّت فرار ہرگز نہیں بُلایا تھا بلکہ بقصد تبدیل ہوا۔ چنانچہ اُن کے نفقرات مندرجہ مکتوب سے اُوپر معلوم ہوچکا ہے۔ **الحاصل** طاعونی مقام سے نکلنے کی چند صُورتیں ہیں۔

(ا) یہ ہے کہ بغرض علاج و اصلاح آب وہوا ایسی جگہ چلا جائے جس کی آب وہوا خوشگوار عمدہ ہو عام ازیں کہ طاعون میں مبتلا ہو یا نہ۔ اس صُورت میں بھی اختلاف ہے بعض صحابہ و محدثین صورت فرار کی سمجھ کر اس کو ناجائز خیال کرتے ہیں اور اسی بناء پر خلیفہ ثانی عمر فاروق رضؓ کو تہمت قول بجواز فرار از طاعون کی لگائی گئی تھی اور بعض صحابہ ومحدثین اس وجہ سے کہ فرار محض نہیں جائز کہتے ہیں۔ قال الحافظ فی فتح الباری۔ ومن جملة ھذہ الصورۃ الاخیرۃ ان تکون الارض التی وقع بھا وخمة والارض التی یرید التوجہ الیھا صحیحة فیتوجہ بھذا القصد فھذا جاء النقل فیہ عن السلف مختلف فمن منع نظر الی صورۃ الفرار فی الجملہ ومن اجاز نظر الی انہ مستثنٰی من عموم الخروج فرارًا لانہ لم یتمحض للفرار وانما ھو لقصد التداوی۔ بہ نظر امعان وتعمق دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ ایسا خروج جائز ومباح ہے اور اس کی دلیل راجح وقوی۔ چنانچہ حافظ ابنِ حجر وطحاوی کی روایات اور چھ ہزار صحابی کا اجماع اُوپر بیان ہوچکا ہے۔

(۲) صورت۔ طاعونی مقام سے محض بغرض بچنے کے طاعون سے کہیں دوسری جگہ نکل جائے بغیر اس کے کہ اُس کو علاج بہ تبدیل ہوا و احتراز از ہوا فاسد مقصود ہو ایسا خروج ناجائز ہے۔ چنانچہ احادیث صحیحہ سے عدم جواز اس کا بخوبی ثابت ہے۔

(۳) یہ کہ محض بقصد حاجت دینی یا دنیوی بغیر ارادہ فرار کہیں چلا جائے یہ خروج بالاتفاق جائز ہے۔ قال النووی واتفقوا علی جواز الخروج لشغل وغرض غیر الفرار ودلیله صریح الاحادیث۔ هکذا فی فتح الباری وعمدۃ القاری وارشاد الساری والزرقانی وغیرہ۔

(۴) یہ کہ کسی مطلب دینی یا دنیوی کے لیے نکلے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی تبعاً ملحوظ ہو کہ طاعونی مقام سے نجات حاصل ہوگی اس صورت میں اختلاف ہے۔

قال الحافظ فی فتح الباری والثالث من عرضت له حاجة فاراد الخروج الیها وانضم الی ذلك انه قصد الراحة من الاقامة بالبلد التی وقع بها الطاعون فهذا محل النزاع۔

(۵) یہ کہ بغرض اصلاح وتبدیل ہوا مکان چھوڑ کر اپنے مکانوں کے نزدیک کسی دوسرے مکان یا صحن یا فضا کی جگہ بستی کے ارد گرد جھونپڑے یا خیموں میں سکونت اختیار کرے۔ ایسی صورت میں بھی کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ حق احیاء واموات، عیادت وتجہیز وغیرہ ترک نہ ہو۔ اسی بنا پر فقہا کا حکم ہے کہ اگر سب بستی والے بستی چھوڑ کر چلے جائیں اور ایک شخص بھی وہاں نہ رہے تو یہ درست ہے۔ کیونکہ اس صورت میں حق تلفی کا اندیشہ نہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء میں طاعونی مقام سے خروج کے منہی عنہ ہونے کی وجہ یہی لکھتے ہیں کہ حقوق احیاء واموات ترک کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

دوسری شرط جواز کی یہ ہے کہ نکلنے والا خروج کو موجب نجات نہ سمجھے۔

تنبیہ

یہ امر بھی فرق بین العلاج والفرار کی طرح قابلِ غور ہے، عام فہم نہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ نسبت الی السبب حقیقی طور پر منافی ہے شان مومن کے بلکہ بوجہ انکار از مسبب کفر ہے۔ ہاں مجازی طور پر کوئی مضائقہ نہیں۔ مثلاً انبت الربیع البقل بہار نے انگوری کو اُگایا، مومن کا مقولہ ہو تو نسبت اُگانے کی بہار کی طرف مجازی ہوگی اور درحقیقت اُگانے والا حق سبحانہ وتعالےٰ ہے۔ اور یہی جملہ اگر منکر الوہیت کہے تو اسناد حقیقی ہوگا۔ عوام کا یہ کہنا کہ شربت نیلوفر وغیرہ سے مجھے شفا ہوئی۔ اس کا یہ مطلب

ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ شربت مجھے شفا بخشی ہے نہ یہ کہ شربت مستقل طور پر شافی ہے۔
علیٰ ہذا القیاس طاعونی مقام سے نکلنا مومن کے خیال میں حقیقی طور پر بچانے والا نہیں ہوتا۔
بلکہ مجازاً کہا جا سکتا ہے کہ نکلنے سے بچ گیا ہوں۔ یعنی نکلنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے تبدیل
ہوا کو میرے لیے سبب نجات بنا دیا ہے۔ مشیّت ایزدی اسی پر ہوئی۔ بخلاف دہری
اور منکر الوہیت کے کہ وہ چونکہ اسباب کو مؤثر مستقل طور پر سمجھتا ہے تو اس کے فاسد خیال
میں مشیّتِ ایزدی کو (معاذ اللہ) گزر ہی نہیں۔ لہٰذا وہ قطعی طور پر نسبت اثر الی السبب کر
سکتا ہے یعنی کہہ سکتا ہے کہ نکلنے کی صورت میں ضرور بچ جاؤں گا۔ بخلاف مومن کے کہ وہ
نکلنے پر بھی بچنے کو معلق مشیّت ایزدی سمجھتے ہیں۔ یہ ہے معنے قول ذیل شیخ عبدالحق
محدث دہلوی کا۔ اس میں لفظ (البتہ) قابل غور ہے۔

"واگر اعتقاد کند کہ اگر نگریزد البتہ مے میرد۔ واگر بگریزد البتہ بسلامت میماند کافر
گردد نعوذ باللہ من ذلک۔" اور تحریر ہذا میں لفظ (موجب) ہمارے خیال میں باہر نکلنے
والے مسلمانوں سے کوئی ایسا نہیں جو دہری عقیدہ کے مطابق اعتقاد کرے۔ بلکہ عوام لوگ ہر کام
میں حق سبحانہ وتعالےٰ کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ اور مؤثر حقیقی سمجھتے ہیں۔ ف : حسب بیان
امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ازالہ ضرر کے اسباب تین قسم پر ہیں :

(۱) مقطوع النفع : جیسے بھوک پیاس کے لیے کھانا کھانا، پانی پینا اور سانپ، بچھو
شیر اور آگ سے بھاگنا۔

(۲) موہوم النفع : چنانچہ داغنا اور منتر پڑھنا۔

(۳) مظنون النفع : چنانچہ فصد، حجامت، مسہلات کا استعمال ایسا ہی مجربات کا برتاؤ۔

پہلی صورت میں ترک اسباب نہ صبر ہے نہ توکل بلکہ شرعاً ممنوع ہے۔

دوسری صورت میں ترک افضل و اولیٰ ہے اور استعمال خلاف توکل۔ قال الغزالیؒ
فی احیاء العلوم واما الموہوم فشرط التوکل ترکہ اذ بہ وصف رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم المتوکلین۔ انتہیٰ۔

تیسری صورت میں نہ ترک ضروری ہے اور نہ استعمال خلاف توکل۔ امام غزالی
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں واما الدرجۃ المتوسطۃ وھی المظنونۃ کالمداواۃ بالاسباب
الظاہرۃ عند الاطباء ففعلہ لیس مناقضاً للتوکل بخلاف الموہوم وترکہ
لیس محظوراً بخلاف المقطوع بل قد یکون افضل من فعلہ فی بعض الاحوال وفی
بعض الاشخاص فہی علی درجۃ بین الدرجتین ویدل علی ان التداوی
غیر مناقض للتوکل بفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ وقولہ وامرہ۔ الخ

طاعونی مقام سے باہر نکل کر دوا کرنا اور ہوا پاکیزہ سے منتفع ہونا بقول اطبا و شہادت تجربہ مظنون[1] النفع ہے۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت اور عمر فاروق رضؓ کے ارشاد سے پاکیزہ ہوا کا مفید ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ واقعہ اہل عرینہ اور قصہ طاعون عمواس اس پر شاہد ہے۔ بناءً علی المذکور طاعونی مقام میں بیٹھ کر یا باہر نکل کر دوا کرنا جائز ہوگا۔ ہاں باہر چلا جانے کو بدیں وجہ کہ اس سے حقوق احیاء واموات، بیمار پرسی و خبر گیری و تجہیز وغیرہ فوت ہوں گے ناجائز کہہ سکتے ہیں اور امام غزالی نے باہر نکلنے کی منہی عنہ ہونے کی علت بھی بیان فرمائی ہے۔ حیث قال رضؓ بل العلة فی النہی عن مفارقة البلد بعد ظهور الطاعون انه لو فتح هذا الباب لارتحل عنه الاصحاءُ وبقی فیه المرضی مهملین لا متعهد لهم فیهلکون هزلاً وضراً۔

ناظرین انصاف پسند ملاحظہ تحریر ہذا سے سمجھ سکتے ہیں کہ خروج للعلاج بقول امام طحاوی رحمہ اللہ جو حنفیہ کے مسلم محدث اور سرگروہ ہیں جائز ہے اور اس پر حدیث مرفوع و اثر صحابہ بھی پیش کرتے ہیں۔ اور فقہانے بھی طاعون کے باب میں امام طحاوی کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ فتاویٰ عالمگیر ہندیہ و درِّ مختار ملاحظہ ہو۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ درصورت مندرجہ استفتاء شہروں سے باہر نکل کر بیٹھنے والوں کو معہ مراعاۃ حقوق احیاء واموات علماء کا کافر قرار دینا اور ان کو بغیر از جنازہ دفن کرانا اسی بنا پر ہوا کہ انہوں نے فرق فرار اور علاج میں نہیں سمجھا۔ بلکہ اُلٹا بصورت معلومہ قائل بالجواز کو مخالف قرآن و حدیث و فقہا و اولیاء ٹھہرایا۔ حالانکہ آیت کریمہ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ الی آخر الآیۃ اور تفاسیر اور احادیث نہی میں خروج للعلاج کا ذکر ہی نہیں۔ کما لا یخفی علی المنصف المتدبر۔ خلیفہ ثانی عمر فاروق رضؓ پر تہمت قول بجواز فرار بھی کوتاہ سمجھی کی وجہ سے باندھی گئی تھی۔ مگر ہمارے موجودہ زمانہ کے بعض اہل علم نے مزید براں مفتی اور مستفتی دونوں کو کافر قرار دیا۔ عفی اللہ عنہم۔ بزعم ان کے چھ ہزار صحابی معہ عمر فاروق رضؓ اور امام ہمام ابوجعفر طحاوی و حافظ ابن حجر و قسطلانی و دیگر فقہا (معاذ اللہ) یہ سب لوگ قرآن اور حدیث کے محرف و کافر ٹھہرے۔ اور قرآن و حدیث میں معاذ اللہ تناقض ہوا۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا۔

---

[1] تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ بستی میں بعض اشخاص اور چوہوں کے مرنے کے بعد جو لوگ بستی سے نکلے ہیں نکلنا ان کا کم مفید پڑا ہے۔ کیونکہ زہریلی ہوا کی سرایت کرنے کے بعد اسکی اصلاح مشکل ہے البتہ جو لوگ نکلنے میں سبقت کرتے رہے اور چوہا مرنے کے متصل ہی نکل گئے یا اس سے بھی پہلے وہ لوگ غالباً بفضلہ تعالیٰ محفوظ رہے ہیں۔ ۱۲

ہماری تحریر ہذا کا حاصل طاعونی مقام سے خروج علاجاً جائز بشرطیکہ حقوق احیاء واموات فوت نہ ہوں۔ نہ یہ کہ واجب ہے اور ضرور ہی نکلے بلکہ عدم خروج میں تقویٰ واحتیاط ہے۔ چنانچہ سال گزشتہ والی طاعون میں اسی پر عمل رہا ہمارا۔ اور سکون موجب اجر شہادت مگر بشرط صابر اور محتسب ہونے کے نہ یہ کہ دفینہ کو نہیں چھوڑ سکتا یا سوائے طلب شہادت کے کوئی اور امر مدنظر ہو ورنہ شہید نہ ہوگا۔ شہادت کے لیے پانچ چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) طاعونی مقام (۲) عدم خروج و فرار (۳) صبر (۴) احتساب (۵) توکل علی اللہ۔

صورت مندرجہ استفتاء میں پہلے امر کا تحقق بدیں وجہ ہو سکتا ہے کہ حنفیہ کے نزدیک فنا مصر میں اداء عید وجمعہ جائز ہے حالانکہ لاجمعة ولاتشریق الا فی مصر جامع صحیح ومسلم ہے عند الحنفیہ۔ امام شعرانی رحمہ اللہ وجہ قول حنفیہ اس طرح بیان فرماتے ہیں۔ وجه قول ابی حنیفه۔ ان ماقارب الشئ اعطی حکمه اھ۔ واللہ اعلم وعلمه اتم۔ پہلی شرط کا انتفاء بھی اگر مانا جائے تو اصل مطلب یعنی صورت مسطورہ میں خروج کے جائز کہنے کو مضر نہیں۔

هذا ما فی علمی القاصر الان — والعلم عند اللہ وعلیه التکلان
والحمد للہ اولاً وآخراً — والصلوٰة والسلام علی سید ولد عدنان
ما تعاقب الملوان — واله وصحبه طرا مادارت النیران

العبد

الملتجی الی اللہ المدعو بمھر علی شاہ عفی عنه بقلم خود از گولڑہ